نسخ

(از مولانا ہدایت اللہ صاحب ندوی فریدکوٹی)

(۳)

ناسخ منسوخ کے پہچاننے کے طرق

(۱) نبی علیہ السلام کے کلام میں اس بات کی تصریح ہو کہ یہ حکم پہلے تھا اب نہیں رہا جیسے کہ:۔

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔

(۲) کسی صحابی کی عبارت میں اس کی تصریح ہو۔ عن علی بن ابی طالبؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا بالقیام فی الجنازۃ ثم جلس بعد ذلک وامرنا بالجلوس۔ یعنی پہلے جنازہ دیکھ کر قیام کا حکم دیا۔ بعد میں آپ نے قیام نہیں کیا اور بیٹھنے کا حکم دیا۔

(۳) کسی قرینے سے تاریخ معلوم ہو جائے، جیسے کہ شداد بن اوس سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے سال ۱۸ رمضان کو میں رسول اللہ کی معیت میں تھا آپ نے فرمایا افطر الحاجم والمحجوم۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے احرام اور روزے کی حالت میں سنگی لگوائی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد ہی کا ہے۔ لہذا یہ حدیث افطر الحاجم والمحجوم کی ناسخ ہوگی

(۴) امت کا اس بات پر اجماع ہو کہ یہ ناسخ ہے اور یہ منسوخ۔ یعنی اجماع بنفسہ ناسخ نہیں ہوتا، کیونکہ انقطاع وحی کے بعد نسخ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں اجماع زمانۂ وحی کے نسخ پر دال ہوتا ہے۔ (المستصفیٰ للغزالی ص۹۱)

اس بات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی متاخر الاسلام صحابی کسی متقدم الاسلام صحابی کے معارض روایت کرے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس متقدم الاسلام سے بھی متقدم سے سن کر کے اس روایت کو مرسل بیان کر رہا ہو۔ لیکن اگر اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی تصریح کر رہا ہو تو ممکن ہے کہ وہ ناسخ ہو بشرطیکہ اس نے قبل اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۴۷)

صحابی یہ کہے کان الحکم علینا کذا ثم نسخ کذا اس سے بھی نسخ نہیں ہوتا بشرطیکہ اس میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی تصریح نہ ہو۔

ان مقامات کا بیان جن میں نسخ ہوسکتا ہے اور جن میں نہیں

اوامر ونواہی میں نسخ ہوسکتا ہے، اور اخبار میں نہیں ہوسکتا، ہاں اگر خبر بمعنی امر یا نہی ہو تو اس میں بھی نسخ ہوسکتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ تمام اوامر ونواہی قابلِ نسخ ہوں، بلکہ بعض اوامر ونواہی جو اعتقادات، اصول عبادات، معاملات، مزاجر وغیرہ سے تعلق رکھتے ہوں ان میں نسخ نہیں ہوسکتا، کیونکہ سابقہ شریعتوں میں سے کوئی شریعت بھی ان اصولوں سے خالی نہیں تھی۔ ہاں عبادات ومعاملات وغیرہ کے فروع میں نسخ ہوسکتا ہے۔

قرآن اور حدیث کا نسخ قرآن اور حدیث سے

قرآن کا قرآن سے نسخ، اس پر سب متفق ہیں، اس لئے کہ آیاتِ قرآنیہ سب کی سب مساوی اور قابل عمل ہیں۔ اور سنّت کا سنت سے نسخ اس پر اجمالی طور پر تو سب کا اتفاق ہے۔ مگر تفصیل میں ذرا اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ سنتِ متواترہ کا نسخ سنتِ احاد سے نہیں ہوسکتا۔

باقی رہا قرآن کا حدیث سے نسخ اور حدیث کا قرآن سے نسخ تو اس میں اختلاف ہے۔

ان السنۃ مبینۃ للکتاب ومفسرۃ لہ ھذا امر مجمع علیہ وقد اختلف الناس بعد ذلك فی مسئلتین احدٰھما جواز نسخ الکتاب بالسنۃ والثانیۃ جواز نسخ السنۃ بالکتاب واتفقوا علی مسئلتین احدھما نسخ الکتاب بالکتاب والثانیۃ نسخ السنۃ بالسنۃ (کتاب الاعتبار ص۲۵) یعنی یہ امر متفق علیہ ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر اور شرح ہے اور علماء کا اس میں دو باتوں میں اختلاف ہے (۱) قرآن کا حدیث سے منسوخ ہونا (۲) حدیث کا قرآن سے منسوخ ہونا، اور دو باتوں میں سب کا اتفاق ہے، قرآن کا قرآن سے نسخ ہونا اور حدیث کا حدیث سے نسخ ہونا۔

قرآن کا حدیث سے منسوخ ہونے اور حدیث کا قرآن سے منسوخ ہونے میں بجز شافعی رحؒ اور اہل ظاہر اور ایک روایت میں امام احمد سے کسی کا اختلاف نہیں (کتاب الاعتبار ص۲۷)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اختلاف ہونا بھی نہیں چاہیئے، حدیث کیا، قرآن کیا، سب ہی خدائے وحدہٗ لاشریک کا کلام پاک ہے۔ جیسے حضرت جبرئیل قرآن لے کر کے آتے تھے ویسے حدیث بھی لاتے تھے فرق صرف اتنا ہے کہ جس کلام کے پڑھنے اور دور کرنے کا حکم دے دیتے تھے، اس کو قرآن کہتے ہیں، اور جس کلام کو متعبد بالتلاوۃ کا درجہ نہ حاصل ہوتا، اُس کو حدیث کے نام سے یاد کرتے، اور حقیقت میں سب ہی رسول اللہؐ کے منہ مبارک سے مسموع ہے۔

اور امام شافعیؒ نے اپنے دعویٰ پر چند دلائل بھی پیش کئے ہیں، جو کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے تاہم اُن کو ایک جلیل القدر امام کا کلام ہونے کی وجہ سے یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کسی آیت کو موقوف اور منسوخ یا ذہنوں سے اتار دیتے ہیں تو اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسی کوئی اور لے آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسخ اس جیسے کلام یا اس سے بہتر سے ہو سکتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن ہی بہتر ہے نہ کہ حدیث۔

(۲) قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ھذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ یعنی وہ لوگ جو ہمارے لقا یعنی حشر نشر کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز پیش کرو یا اس کو بدل کر کے کوئی اور کلام تو بناؤ، اللہ نے فرمایا۔ اے رسول! ان سے کہہ دیجئے۔ میں اس کو اپنی طرف سے نہیں بدل سکتا، میں تو صرف وحی میں اتباع کرتا ہوں۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن حدیث سے نہیں منسوخ ہو سکتا۔

اگر نظرِ غائر سے دیکھا جائے تو ان سب اعتراضات کا جواب ہمارے پہلے کلام سے واضح ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ حدیث کیا، قرآن کیا، سب ہی خدائے وحدہ لاشریک کا کلام ہے۔ فرق صرف نام کا ہے "وحی متلوّ" کو قرآن کہتے ہیں۔ اور "وحی غیر متلوّ" کو حدیث۔

ناسخ منسوخ آیات کا بیان

اس میں متقدمین اور متاخرین کا شدید اختلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ متقدمین نسخ لغوی معنی میں استعمال کرتے ہیں، وہ یہ کہ "ازالۃ شئی لشئی"، لہٰذا ان کے نزدیک کسی آیت کا کسی دوسری آیت کے ساتھ بدل دینا، خواہ اس میں تعین مدت عمل ہی کیوں نہ ہو یا غیر متبادر المعنیٰ کو متبادر المعنی سے بدلا گیا ہو۔ یا عام کو خاص کر دیا گیا ہو۔ یا کسی جاہلیت کی عادت کا استیصال مقصود ہو، یا سابق شرائع میں سے کسی شریعت کے احکام کو باطل کرنا ہو۔

ان سب اقسام پر نسخ کا اطلاق ہوتا ہے، اسی وجہ سے ان کے نزدیک آیاتِ منسوخہ کی تعداد پانچ سو ۵۰۰ کے قریب پہنچ گئی ہے۔

اور متاخرین کے نزدیک لفظ نسخ اصطلاحی معنی میں مستعمل ہے، وہ یہ کہ رفع حکم شرعی بدلیل شرعی متاخر عنہ چنانچہ ان کے نزدیک آیات منسوخہ کی تعداد بہت کم ہے۔ اور ان میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک کے نزدیک آیات منسوخہ کی تعداد بیس اکیس کے قریب ہے۔ جن کے طلیعہ میں سیوطی وغیرہ ہیں

اور دوسرے کے نزدیک آیاتِ منسوخہ بہت ہی قلیل ہیں، بلکہ ایک ہاتھ کی انگلیوں سے متجاوز نہیں۔ اور یہی شاہ ولی اللہ دہلوی کا مختار ہے،

چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف فوز الکبیر میں پہلے گروہ ـــ چوبیس اکیس کا قائل ہے ـــ پر تنقید فرماتے ہوئے صرف پانچ آیت کے نسخ کو پایۂ صحت تک پہنچایا ہے۔

اب ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف انہی پانچ آیات منسوخہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہوئے ناظرین سے وداع ہوتے ہیں۔

(۱) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین کہتے ہیں، کہ یہ لا وصیۃ للوارث سے منسوخ اور ابن عربی سے منقول ہے کہ یہ آیت اجماع سے منسوخ ہے، شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے، کہ کتب علیکم اذا حضر احدکم آیتِ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین سے منسوخ ہے اور حدیث لا وصیۃ لوارث نسخ کا مبین ہے۔

(۲) والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج کہتے ہیں کہ یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا سے منسوخ ہے۔ اور وصیت آیتِ میراث سے منسوخ ہے۔ باقی رہا "سکنیٰ"، تو وہ بھی ایک طائفہ کے نزدیک حدیث "لا سکنیٰ" سے منسوخ ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یمکن ان یقال یستحب او یجوز للمیت الوصیۃ ولا یجب علی المرأۃ ان تسکن یعنی یہ کہا جاسکتا ہے کہ متوفی عنہا کے خاوند کو وصیت کرنی جائز ہے۔ اور عورت پر وہاں ٹھیرنا اور قیام کرنا لازم نہیں۔ اور فرماتے ہیں واقعی یہ آیت منسوخ ہے جیسے کہ جمہور مفسرین کی رائے ہے۔

(۳) ان یکن منکم عشرون صابرون یہ آیت منسوخ ہے۔ اور اس کی ناسخ اس کے بعد والی آیت "الأن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا ہے"

حیرانی ہے کہ شاہ ولی اللہ جیسے بھی نسخ کے بارے میں اتنا محتاط ہونے کے باوجود اس آیت میں نسخ کے قائل ہیں"

بقول کسے چھوٹا منہ بڑی بات، کجا یہ عاجز، کجا حضرت شاہ ولی اللہ۔ ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک، اگر اس آیت کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں نسخ نہیں معلوم ہوتا، بلکہ اس کی توجیہ ہوسکتی ہے جو موقع کے لحاظ سے بہت مناسب اور اس بات پر چسپاں ہے۔ چنانچہ یہ کہا جا

سکتا ہے۔ کہ "الآن خفف اللہ عنکم" سے آپ کو بشارت دی گئی ہو کہ اب عسکرِ اسلامی عشرین اور اور مائۃ کی تعداد سے بڑھ کر ہزاروں کی تعداد کو پہنچ جائے گا۔ لہٰذا اس توجیہ سے اس آیت میں نسخ نہ رہا۔ چنانچہ آج کل بھی اگر بیس مردِ مجاہد باصبر دو سو پر غالب آجائیں تو کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ اور یہ مسلّم بات ہے کہ منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ جیسے کہ "متوفی عنہا زوجہا" ایک سال عدت نہیں بیٹھ سکتی۔

اس ناقص خیال کے لکھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک شوکانیؒ کی تفسیر فتح القدیر پر نظر پڑی دیکھا تو انھوں نے بھی اس آیت کے نسخ میں اہلِ علم کا اختلاف نقل کیا ہے۔

وقد اختلف اهل العلم هل هذا التخفیف نسخ ام لا؟ اس تخفیف میں اہلِ علم کا اختلاف ہے آیا اس میں نسخ ہے کہ نہیں۔

(۴) لا یحل لك النساء من بعد کہتے ہیں کہ یا ایها النبی انا احللنا لك ازواجك التی اتیت اجورهن سے منسوخ ہے۔ جو آیت لا یحل لك النساء من بعد سے مقدم التلاوۃ ہے، ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ مگر نبی علیہ السلام نے اس آیت کے بعد اور کوئی نکاح نہیں کیا۔

(۵) یا ایها الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ یہ آیت اپنے مابعد والی آیت سے منسوخ ہے۔

استدراک

محدث کے گذشتہ نمبر میں "مسئلہ علم غیب" پر بحث کے دوران میں مخالفین کی دوسری دلیل کے جواب میں حضرت حذیفہؓ کی روایت کا مطلب بیان کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ اس سے "وہ چھوٹے اور بڑے فتنے مراد ہیں جو امتِ مرحومہ پر آنحضور کی وفات کے بعد سے پیش آنے شروع ہوئے اور قیامت تک پیش آتے رہیں گے" ص۲۔ اس کی تائید میں ہم نے حضرت حذیفہ ہی کی چند روایتیں بھی پیش کی تھیں۔ لیکن مضمون کی کاپیاں پریس میں بھیجنے کے بعد توفیق الٰہی سے ہمیں ایک اور روایت مل گئی جو حضرت حذیفہ کی (خطبہ والی) روایت کی شاہد اور ہمارے بیان کردہ مطلب کی واضح مؤید ہے، چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن المغیرة بن شعبة انه قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم مقاما اخبرنا بما یکون فی امته الی یوم القیامة وعاه من وعاه ونسیه من نسیه رواه احمد والطبرانی ورجال احمد رجال الصحیح غیر عمر بن ابراهیم بن محمد وقد وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد للهیثمی ج ۸ ص ۲۶۴) اس روایت میں "ما یکون فی امته" کا لفظ بصراحت موجود ہے، یعنی خطبہ میں آنحضور نے ہم کو ان باتوں کی خبر دی جو آپ کی امت کو قیامت تک پیش آنیوالی تھیں۔ اور یہی ہم نے بھی عرض کیا تھا۔ [illegible] الی الصواب (مدیر)